اسوہ نبی ﷺ کو اپنانے کی ضرورت

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی
قومی صدر آل انڈیا تنظیم علماء حق دہلی

چھٹی صدی عیسوی تاریخ انسانی کی نہایت تاریک ترین صدی رہی ہے، ایسی صدی جس میں ہر طرف ظلم وستم، جبر و تشدد اور قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا۔ ضلالت وکج روی، فحاشی وعریانیت اور شرک وبت پرستی کا خوفناک سایہ انسانی آبادی پر دراز ہوتا جا رہا تھا۔ لوٹ مار، چوری، شراب نوشی، زنا کاری، انسانی حقوق کی علانیہ پامالی، کون سی ایسی برائی ہے، جو اس وقت کے انسانی معاشرے میں موجود نہ تھی۔ انسانی قافلہ اپنی غیر انسانی حرکتوں کے سبب روبہ ہلاکت تھا۔ انسانی اور سماجی قدریں ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جا رہی تھیں۔ فتنہ وفساد کے اندھیرے ہر طرف پھیلتے جا رہے تھے۔ انسانی اقدار، اخلاق حسنہ، ایک انسان کا دوسرے انسان پر حق، مالک وآقا کے حدود اور حاکم ورعایا کے باہمی حقوق وفرائض اور اس قسم کے سارے اقدار و معیار قصۂ پارینہ بن چکے تھے۔ اپنے ظاہری ڈھانچے اور چہرے بشرے کے ساتھ انسان زندہ تھا، لیکن انسانی روح غائب ہوگئی تھی۔ صحیح رہ نمائی کے فقدان کی وجہ سے ہر طرف جنگل کا قانون رائج تھا۔ ایک شخص دوسرے شخص کے خون کا پیاسا تھا، ایک بھائی دوسرے بھائی کا جانی دشمن بنا ہوا تھا، اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں دور دور تک کوئی بندۂ خدا ایسا نظر نہ آتا تھا جس کے اندر معاشرے کی قیادت کا حوصلہ اور جذبہ ہو۔ دنیا انسانوں کی خدا فراموشی، بتانِ ہزار رنگ کی پرستش اور جہالت وشرک کے اندھیروں کی وجہ سے لگاتار تباہی کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ اس وقت کے عرب معاشرے کی حالت زار سیرت النبی کے مؤلف علامہ شبلی کی زبانی سن لیجیے:

"بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی، باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی، حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ شادی جائز تھی، ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ قمار بازی، شراب خوری، زنا کاری کا رواج عام تھا۔ بے حیائی کی یہ حالت تھی کہ سب سے بڑا نامور شاعر امرؤ القیس، جو شاہزادہ بھی تھا، قصیدہ میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی بدکاری کا واقعہ مزے لے لے کر بیان کرتا ہے اور یہ قصیدہ در کعبہ پر آویزاں کیا جاتا

ہے۔لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلادینا، مستورات کے پیٹ چاک کردینا، معصوم بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز تھا۔'' (سیرت النبی)

ایسے پر آشوب حالات میں بھٹکے ہوئے انسانی قافلے کو اس کا کھویا ہوا مقام واپس دلانے کے لیے خالق کائنات مالک دو جہاں اللہ تبارک وتعالی نے آپ ﷺ کو روئے ارضی پر مبعوث فرمایا۔ آج سے چودہ سو سال قبل جب آپ ﷺ نے حضرت آمنہ کی گود میں آنکھیں کھولی تھیں۔ آپ ﷺ کی بعثت ایک معجزہ تھی، اس لیے آپ ﷺ کے اس دنیائے آب وگل میں آتے ہی قیصر وکسری کے ایوانوں میں ہل چل مچ گئی۔ شرک و بت پرستی کے ایوانوں میں کہرام برپا ہوگیا، بتانِ ہزار رنگ اوندھے منہ گر پڑے۔ رو بہ زوال انسانیت نے ٹھہر کر سانس لی اور فراموش کردۂ راہ انسانی قافلے نے اپنی سمت سفر درست کی۔ عاشق رسول اور مشہور سیرت نگار مولانا عبدالماجد دریابادی نے آپ کی ولادت باسعادت کے بعد روئے ارضی پر رونما ہونے والی تبدیلی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

''زمین خشک اور پیاسی پڑی ہوتی ہے، بارش کے فیض سے افسردہ چمن لہلہانے لگتا ہے، مردہ کھیتی میں جان پڑتی ہے، سویا ہوا سبزہ جاگ اٹھتا ہے، باغ سنسان پڑا ہوتا ہے، بہار کی ہوا چلتے ہی نئی اور ہری پتیاں نکل آتی ہیں، اور اجڑا ہوا باغ پھر سر سبز وشاداب ہوجاتا ہے۔ عالم پر شب کی سیاہی چھائی ہوتی ہے، ہر شے تاریکی میں گم ہوتی ہے۔ صبح کے طلوع ہوتے ہی، ہر طرف اجالا پھیل جاتا ہے، اور ہر ذرہ روشن ہونے لگتا ہے۔ ایک پاک روح دنیا میں اصلاح وتزکیہ کے لیے آتی ہے اور اپنے فیض صحبت سے، بہت سے اندھوں کو بینا، بہت سے بیماروں کو تندرست اور بہت سے مردوں کو زندہ کردیتی ہے۔'' (ذکر رسول ﷺ، ص:۱۹)

آقائے دو جہاں، سرکار مدینہ تاجدار بطحا محمد رسول ﷺ ہماری ہی طرح کے ایک انسان تھے، مگر وہ ہادی عالم اور رہبر انسانیت کا اعلیٰ منصب دے کر مبعوث کیے گئے تھے، چالیس سال کی عمر میں ہی کار نبوت کا پروانہ مل جاتا ہے، اس لیے اللہ کی طرف سے مفوضہ ذمے داری کی ادائیگی اور انسانی معاشرے کو صحیح خطوط پر لانے کے لیے شبانہ روز جدو جہد کی۔ راہ میں مشکلات آئیں، مصائب نے دامن تھاما، مسائل نے سنگ گراں کا رول ادا کیا، اپنوں نے بے نیازی دکھائی، دشمنوں نے دشمنی سے کام لیا، لیکن کیا مجال کہ آپ ﷺ نے ناسازگار حالات اور مصائب ومسائل کے سامنے سپر ڈالی دی ہو۔ بلکہ تاریخ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حالات نے جتنی مخالفت کی، کفر وشرک اور حیوانیت و درندگی کی لہروں نے جس قدر تیور دکھائے، آپ ﷺ اس سے زیادہ عزم و ہمت، جرأت واستقلال اور محنت کے ساتھ اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں منہمک رہے۔ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم پر انسانی آبادی کو اس کا کھویا ہوا مقام یاد دلایا، انھیں انسانی رشتوں کی پاسداری کا واسطہ دیا۔ انسانیت کے اوپر سے ضلالت اور گمراہی کا بوجھ اتارا۔ انسانی سماج کو یہ یاد دلایا کہ ان کی تخلیق کا اصل مقصد کیا ہے، اور اس وسیع وعریض کائنات کی تخلیق کی پشت پر کون سا مقصد کارفرما ہے۔ انسان جو اپنے خالق

ومالک حقیقی کو فراموش کر کے ہزاروں قسم کی برائیوں کی بیڑیاں اپنے پیروں میں ڈالے ہوئے تھا، رسم ورواج کے تنگ نائے میں بند تھا، آپ ﷺ نے انھیں ان برائیوں اور غیر انسانی رسم ورواج کی زنجیروں سے آزاد کرایا۔ انھیں ہزاروں خداؤوں کے سامنے سجدہ کرنے سے منع کیا اور انھیں ایک خدا کی بندگی کا درس دیا۔ انھیں یہ سبق یاد دلایا کہ پورا انسانی کنبہ خدائے وحدہ لاشریک کا کنبہ ہے۔ انسانوں کے درمیان نسل اور علاقائیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں۔ اسلام میں قوم وقبیلہ اور کالے گورے کی کوئی تمیز نہیں، آپ ﷺ نے انسانیت وشرافت، اخوت و بھائی چارگی، ایک دوسرے کے احترام اور محبت کی بنیاد پر وہ انسانی نظام برپا کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کی کایا پلٹ ہوگئی۔

آپ ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں نبوت پائی اور محض ۲۳ رسال کی مختصر مدت میں تہذیب وتمدن سے ناآشنا عرب بدوؤں میں وہ انسانی روح بیدار کردی کہ بڑے بڑے فلاسفر، مصلح تحریک ساز اور تاریخ داں انگشت بدنداں ہیں۔ یہ عالم انسانیت پر آپ ﷺ کا بڑا احسان ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ذات کی پروانہ کر کے عالم انسانیت کو اجتماعی ذلت اور خواری کی طرف بڑھنے سے بچالیا۔ انسانی قافلے کو صراط مستقیم پر گامزن کر کے اس قافلے کے ارکان کو اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنے اور ذلت کی زندگی جینے سے تحفظ عطا کیا۔

آپ ﷺ کو اس دنیا کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے اور رحمۃ للعالمین کا یہ لقب خود خالق ارض وسما نے عطا کیا ہے، عربی داں جانتے ہیں کہ رحمت بڑا ہی جامع لفظ ہے، جس میں محبت، شفقت، ہمدردی، اخوت و بھائی چارگی اور فضل واحسان کے سارے پہلو بیک وقت سما جاتے ہیں۔ پھر عالمین کے لفظ میں جو نکتہ پوشیدہ ہے، وہ بھی اہل علم پر مخفی نہیں کہ آپ ﷺ صرف عالم انسانیت کی طرف ہی مبعوث نہیں ہوئے تھے، بلکہ جن وبشر اور چرند وپرند جیسی دوسری مخلوقات کو بھی آپ ﷺ کی رحمت اور فضیلت کا دائرہ محیط ہے۔ آپ ﷺ کی ذات صرف انسانوں کے لیے ہی نہیں، بلکہ جانوروں کے لیے بھی رحمت بن کر نمودار ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کے ساتھ ہی نہیں، جانوروں کے ساتھ بھی نرم روی اور رحم دلی کا رویہ اپنانے کی تلقین کی ہے۔ آپ ﷺ کیا چھوٹا اور کیا بڑا، کیا بیگانہ اور کیا رشتہ دار، کیا عربی اور کیا عجمی، کیا مسلم اور کیا غیر مسلم سبھی کے ساتھ رحمت اور نرمی کا برتاؤ کرنے کی اپنے اصحاب کو تعلیم دیا کرتے تھے کہ نرمی، خوش خلقی اور حسن سلوک سے پتھر دل بھی پسیج جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اے اہل زمین تم مخلوق خدا پر رحم کرو، خدا تم پر رحم کرے گا"۔ حالی کی زبان میں اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا گیا ہے:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اسلام اور اسلامی تعلیمات کسی خاص ملک یا کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، یہ تو پوری انسانیت کی صلاح وفلاح کا عالمی مذہب بن کر آیا ہے، ہمارے پیغمبر آپ ﷺ نے اسلام کو ایک جامع نظام حیات کے طور پر متعارف کرایا، جس میں عبادت وعقائد سے لے کر معاملات، اور انسانی معاشرت کے تمام اصول وآداب اور قوانین وضوابط بڑی تفصیل کے ساتھ

بیان کردیے گئے ہیں۔ تعلیم، معاش، سیاست، زراعت، تجارت، انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے، جس کے بارے میں آپ ﷺ نے وضاحت کے ساتھ روشنی نہ ڈالی ہو۔ میاں بیوی کے کیا حقوق ہیں، غیر مسلموں سے کس طرح پیش آنا چاہیے، اولاد اور والدین کے درمیان رشتوں کی کیا نوعیت ہے، ایک مسلمان اور صاحب ایمان کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے، ایک جمہوری اور سیکولر ملک میں رعایا اور حکمران کے درمیان حقوق وفرائض کی کیا حدود ہیں، غرض انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی کے تمام اسرار و رموز کو بڑے شرح وبسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ لیکن کیا ہم نے کبھی اپنے باطن کو ٹٹول کر دیکھا کہ ہم نے ان اسلامی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کی کس حد تک کوشش کی، کیا ہم نے صدق دلی کے ساتھ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع اور حیات نبوی کی پیروی کی کوشش کی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری اجتماعی اور انفرادی زندگی سے اسلامی روح اس طرح غائب ہوگئی اور ہم اس طرح مغربیت کے طوفان کے شکار ہوتے جارہے ہیں کہ ہمیں دیکھ کر مسلمان تو بڑی بات ہے، اہل یہود بھی شرماتے ہیں۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی مسلمانوں کی مذہبی حالت کی صحیح ترجمانی اس طرح کی تھی:

یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

آپ ﷺ اخلاق حسنہ اور حسن سلوک کا مجسمہ تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ لیکن ہم میں ایسے کتنے ہیں جن کے حسن اخلاق اور خوش خلقی سے دوسرے متاثر ہوں اور ہماری عادت واطوار اور حرکت وعمل سے سبق لے کر اسلام کی آفاقیت کا نقش غیر مسلموں کے دلوں پر قائم ہوسکے۔ آج ہماری بد اخلاقی، بد سلوکی، اسلام فراموشی اور حیا سوز حرکتوں کی وجہ سے انسانیت اور آدمیت جیسے قیمتی اقدار دنیا سے فنا ہوتے جارہے ہیں۔ ہم انسانیت کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ہمدردانہ معاملہ نہیں کرتے، بلکہ اس کے حسب نسب، قوم وعلاقہ اور اس کے سیاسی اور سماجی پس منظر کے اعتبار سے معاشرت ومعاملت کرتے ہیں۔ ذات پات کی تفریق، علاقائیت کی وبا، رنگ و نسل کا عفریت ہمارے اعصاب پر بری طرح سوار ہے۔ کہیں فرقہ بندی ہے تو کہیں ذاتیں ہیں۔ ہمارے بیچ میں خود ساختہ امتیازات اور تفریق کی وہ دیوار حائل ہے کہ مخلوق خدا اس کی وجہ سے نفرت اور عصبیت کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ جب کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا کا سب سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہے، جو اس کے بندوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آئے۔ آپ ﷺ تو اہل ایمان سے حسن سلوک سے پیش آتے ہی تھے، غیر مسلموں اور جانی دشمنوں کے ساتھ بھی بڑی مروت سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ صلح وعفو اور درگزر کرنے کے عمل کو بہت پسند فرماتے تھے۔ حدیث نبوی ہے: ''جو تجھ سے قطع تعلق کرے، اس سے بھی ملتے رہو، جو تم پر ظلم کرے، اس کو معاف کر دو، جو تمھارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ بھی بھلائی کرو''۔ صحابہ کرامؓ نے ایک بار کفار مکہ کی ایذا رسانی سے تنگ آکر دربارِ نبوت میں جب یہ عرض کیا کہ ان کے لیے بددعا فرمادیں، تو آپ نے بس اتنا فرمایا کہ بار الٰہ! ہماری قوم کو راہ راست دکھا دیجیے کہ یہ لوگ نادان ہیں ہمیں جانتے اور پہچانتے نہیں۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کے موقع

پر آپ ﷺ نے کفار و مشرکین کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس نے پتھر دل پر بھی تیر کا سا اثر کیا۔ وہ کون سی اذیت اور مصیبت تھی جس سے آپ ﷺ کو نہ گزارا گیا ہو، طائف تشریف لے گئے، تو وہاں کے شرارت پیشہ لڑکوں نے پتھروں سے جسم اطہر کو لہولہان کر دیا، خدائی پیغام لے کر جہاں بھی گئے، آپ کا استقبال گالیوں، لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے کیا گیا، قسم قسم کے الزامات کا ٹھیکرا آپ کے سر پھوڑا گیا، مجنوں، پاگل، دیوانہ اور ساحر کہا گیا، اپنے مقصد سے پھر بھی باز نہ آئے تو شعب ابی طالب میں نظر بندی کا دشوار گزار مرحلہ عبور کرنا پڑا، مختصر یہ کہ مختلف طریقہ سے آپ پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی کفار مکہ نے کوشش کی، لیکن آپ ﷺ ہر موقع پر صبر و تحمل کے پیکر بنے رہے۔ آپ ﷺ کے اسی صبر و سکون نے خدا معلوم کتنے کفار مکہ پر تیر کا سا اثر کیا اور اس نے اسلام اور ایمان کی آغوش میں پناہ لی۔ جس طرح پھول کی پتی سے ہیرے کا جگر کٹ جاتا ہے، اسی طرح اخلاق کی نادیدہ تاثیر انسانی دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ آج بھی ہمیں دعوت عمل دیتے ہیں، تاکہ اسلام کا آفاقی پیغام پتھر دل انسانوں پر جادو کا اثر کر سکے۔ لیکن آج کا المیہ ہے کہ نہ ہمارے قلب میں سوز ہے، نہ روح میں کوئی احساس باقی ہے اور نہ ہی ہمیں پیغام محمد کا کوئی پاس ہے۔ آج ہمارے اندر سے اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہے اور ہماری بداخلاقی اور بے مروتی کو دیکھ دیکھ غیروں کی زبان سے یہ طنزیہ جملہ نکلتا ہے:

تھے تو وہ آباء تمھارے مگر تم کیا ہو

آج مشرق و مغرب اور پوری دنیا چیخ چیخ کر مساوات اور برابری کا نعرہ لگا رہی ہے، حالاں کہ دنیا والوں نے خود ایسے غیر منصفانہ اصول اور ضابطے بنا رکھے ہیں، جس میں انسانیت ایک مرکزی نقطے پر جمع ہونے کے بجائے مزید دھڑوں اور گروہوں میں منقسم ہوتی جا رہی ہے۔ یہاں تو ہر جگہ اور ہر شعبہ میں شہ زوروں کا دخل ہے، اس انسانی دنیا میں کمزوروں کا کوئی فریاد رس نہیں اور کون ہے جو سماج کے پسماندہ اور دبے کچلے طبقے کی خیر خبر لے۔ جب کہ اگر آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر غور کیا جائے تو آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر مساوات اور انسانی برابری کا درس دیا ہے۔ عدل و انصاف ہی آپ کا نعرہ تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ تم آپس میں نہ بغض و عناد کا مظاہرہ کرو، نہ پشت پھیرو، بلکہ برادرانہ تعلقات کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ آپ ﷺ نے عرفات کے میدان میں کھڑے ہو کر عالم انسانیت کو برابری اور مساوات کا جو منشور دیا تھا، وہ آج بھی ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے جابرانہ نظام کے ایک ایک ستون کو اپنے پیروں تلے روند دیا تھا اور مسلمانوں کی ایک بڑی جمعیت کے سامنے علی الاعلان یہ کہا تھا کہ نہ کسی عربی کو غیر عربی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہوگی۔ بیسویں صدی میں دنیا کے نقشے پر نمودار ہونے والی عالمی تنظیم اقوام متحدہ نے برابری اور عدل و مساوات کے جو اصول قائم کیے، اس کا واضح اعلان آپ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی کر دیا تھا۔

آج پھر دنیا انھی حالات سے گزر رہی ہے، جو آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت عالم انسانیت پر چھائے ہوئے تھے۔ ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں ہمیں اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا کہ چوری، لوٹ مار، قتل و غارت گری، فحاشی و عریانیت، ہوس رانی، زنا کاری اور علانیہ بدکاری کا وہ کونسا مرض ہے جو آج کے انسانوں کی رگوں میں خون بن کر نہیں گردش کر رہا ہے۔ عورت، شراب، قمار، شہوت پرستی، سود خوری کی ہر طرف حکمرانی نظر آتی ہے۔ انسانوں نے ایک خدا کو چھوڑ کر کئی خدا تراش لیے ہیں۔ پورے انسانی معاشرے پر مردنی کی کیفیت چھائی ہوئی ہے۔ ہر جگہ تاریکیوں نے اپنے ڈیرے ڈال رکھے ہیں، کہیں روشنی کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔ انسان اپنے ظاہری جسمانی ڈھانچے کے ساتھ ضرور موجود اور زندہ ہے، مگر حقیقت میں اس کے اندر کا انسان مر چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ معمولی باتوں کے لیے اپنے دوسرے بھائی کی جان اور مال کا دشمن بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر سے اچھائی اور برائی کی تمیز رخصت ہو چکی ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی اب چند لمحوں کا کھیل بن کر رہ گئی ہے۔ جس طرح ولادت نبوی سے پہلے قیصر و کسریٰ کی جابرانہ اور ظالمانہ حکومت ظلم و ستم کا فرمان جاری کرتی تھیں، اسی طرح آج بھی چند بڑی طاقتیں اپنی جھوٹی شان و شوکت اور اسلحہ و طاقت پر اترا رہی ہیں اور وہ علی الاعلان چھوٹے اور کمزور ممالک کی موت کا فرمان جاری کرتی ہیں اور اگر کوئی سر مو بھی ان عالمی طاقتوں کے فرمان سے انحراف کریں تو ان کے خلاف اپنے حواریوں کے تعاون سے وہ سازش کی جاتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ امریکہ کے ہاتھوں پہلے افغانستان اور پھر عراق کی تباہی اس کی گواہ ہے۔ لاقانونیت اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون آج اتنا زور پکڑتا جا رہا ہے کہ سارے کمزور ممالک اور وہاں کے باشندے خوف کی چادر میں لپٹے نظر آتے ہیں۔

انسانیت اجتماعی طور پر دکھی اور زخمی ہے، اس کے دکھوں اور زخموں کا مداوا کرنے والا کوئی نہیں، وہ بے چین اور بے کل ہے، اس کو کوئی جائے سکون و قرار نہیں مل رہی ہے۔ اگر کوئی سکون اور عافیت کی جا ہے تو وہ پیارے آقا تاجدار مدینہ محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے کہ وہیں تمام امراض کی دوا موجود ہے۔ آپ ﷺ نے قرآن و حدیث پر مبنی جو نظام خداوندی چھوڑا تھا، آج پھر ضرورت ہے کہ ہم اس کی طرف جست لگائیں اور آپ ﷺ کی ذات اقدس سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اسی نظام کو اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں برپا کرنے کی کوشش کریں جس نے آج سے چودہ سو سال قبل بھٹکے ہوئے انسانی قافلے کی انگلی پکڑ کر اس کو صحیح راہ دکھائی تھی۔ ہم مسلمانوں کو خاص طور سے اپنے قول و عمل کے ذریعے اسلام کا مکمل نمونہ بنا کر اپنے کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ ہم اپنی قولی اور عملی زندگی کی دوبارہ تجدید کریں، مال و دولت کی بے جا ہوس چھوڑ دیں، بلا وجہ جاہ و منصب کے پیچھے نہ بھاگیں، رشوت ستانی اور سود خوری کی لعنت سے باز آ جائیں، انسانوں کے ساتھ بدخوئی اور بد معاملگی سے پیش آنا چھوڑ دیں، عورتوں، بچوں اور کمزوروں پر ظلم نہ کریں، اپنے ملک و قوم کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیں۔ قومی یک جہتی، بقائے باہم اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے اصولوں پر عمل کر کے دکھائیں۔ یہی اعمال آپ ﷺ سے سچی محبت اور بے ریا دوستی کا عین تقاضا ہے۔ ہماری حرکت و عمل سے ہی اسلام کا آفاقی پیغام غیروں کے قلب و نظر پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔